

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

Allama Iqbal Open University Solved Assignments Spring 2026

Course Code:	407 Code
Course Name:	Modern Muslim World (جدید دنیا کے اسلام)
Class:	BA
Total Credit Hours	6
Total Assignments	4

گھر بیٹھے حل شدہ مشقیں، گیس پیپرز، کتابیں اور خلاصے حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں واٹس ایپ نمبر: 03036940016

نوٹ: ہم طلبہ کے لیے جامع اور معیاری تعلیمی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ ہماری خدمات میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز، سابقہ پرچے، تازہ ملازمتوں کی معلومات، آن لائن سی وی تیار کرنا، ملازمت کے لیے درخواست دینا، یونیورسٹی داخلوں میں رہنمائی اور درخواست جمع کروانا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی سے متعلق طلبہ کے ہر قسم کے تعلیمی اور رہنمائی کے کام میں مکمل تعاون فراہم کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ کو ایک ہی جگہ پر تمام ضروری سہولیات میسر آسکیں۔



واٹس ایپ گروپ جوائن کرنے کے لیے سامنے دیے گئے لنک پر کلک کریں۔



واٹس ایپ چینل جوائن کرنے کے لیے سامنے دیے گئے لنک پر کلک کریں۔



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں [MrPakistani](http://MrPakistani.com) ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

Assignment 1

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

(1) ترکی نے معاہدہ لوازن پر کب دستخط کئے؟

جواب: ترکی نے پہلی جنگ عظیم کے بعد طے پانے والے تاریخی معاہدہ لوازن (Treaty of Lausanne) پر 24 جولائی 1923ء کو دستخط کیے۔ یہ معاہدہ سوئٹزر لینڈ کے شہر لوازن میں مصطفیٰ کمال اتاترک کی حکومت اور اتحادی افواج (برطانیہ، فرانس، اٹلی وغیرہ) کے مابین طے پایا، جس کے تحت جدید ترکی کی موجودہ سرحدوں کو تسلیم کیا گیا اور سلطنت عثمانیہ کے خاتمے پر مہر تصدیق ثبت ہوئی۔

(2) شاہ حسن ثانی کب حکمران بنے؟

جواب: مراکش (Morocco) کے نامور فرمانروا شاہ حسن ثانی (King Hassan II) اپنے والد محمد پنجم کی وفات کے بعد 26 فروری 1961ء کو مراکش کے تخت و تاج پر متمکن ہوئے اور انہوں نے 23 جولائی 1999ء (اپنی وفات) تک مراکش پر حکمرانی کی۔

(3) قازقستان نے روس کی اطاعت کب کی؟

جواب: قازقستان کے مختلف حصوں اور قبائل (Hordes) نے زار روس کی اطاعت تدریجی طور پر قبول کی، جس کا باقاعدہ آغاز 1731ء میں ابوالخیر خان کے دور میں ہوا جب انہوں نے روسی سلطنت کی بالادستی قبول کی۔ یہ الحاق کا عمل 1847ء تک مکمل ہوا جب روس نے پورے قازق خطے پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔

(4) احمد بیگ زوگونے بادشاہت کا اعلان کب کیا؟

جواب: البانیہ (Albania) کے صدر احمد بیگ زوگونے 1 ستمبر 1928ء کو البانیہ میں بادشاہت کے قیام کا اعلان کیا اور خود "شاہ زوگ اول (King Zog I)" کے نام سے تخت نشین ہوئے، جس کے بعد البانیہ ایک جمہوریہ سے آئینی بادشاہت میں تبدیل ہو گیا۔

(5) مصر کے صدر سادات نے اسرائیل کا دورہ کب کیا؟

جواب: مصر کے صدر انور السادات نے دنیا کو حیران کرتے ہوئے 19 نومبر 1977ء کو اسرائیل کا تاریخی دورہ کیا اور یروشلیم (بیت المقدس) میں اسرائیلی پارلیمنٹ (کنیسٹ) سے خطاب کیا۔ یہ کسی بھی عرب ملک کے سربراہ کا پہلا دورہ تھا، جس کے نتیجے میں بعد ازاں کیمپ ڈیوڈ معاہدہ طے پایا۔

(6) اسٹریا نے برلن پر کب قبضہ کیا؟

جواب: تاریخی ریکارڈز کے مطابق، سات سالہ جنگ (Seven Years' War) کے دوران اکتوبر 1757ء میں ہنگری اور اسٹریا کی مشترکہ افواج کے ایک دستے نے ہنگری کے کاؤنٹ ایڈریس ہاڈک کی قیادت میں پروشیا کے دارالحکومت برلن پر ایک عارضی اور اچانک حملہ کر کے چند دنوں کے لیے قبضہ کیا تھا اور تاوان وصول کر کے پسپا ہوئے تھے۔



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں [MrPakistani](http://MrPakistani.com) ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

(7) بعث پارٹی کے لیڈر مصر میں کب برسر اقتدار آئے؟

جواب: یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ عرب بعث پارٹی (Ba'ath Party) بنیادی طور پر شام اور عراق میں برسر اقتدار آئی تھی۔ مصر میں بعث پارٹی کبھی حکومت میں نہیں آئی، بلکہ مصر میں جمال عبدالناصر کی قیادت میں عرب قوم پرست 23 جولائی 1952ء کے انقلاب کے بعد برسر اقتدار آئے۔ تاہم شام اور مصر کے درمیان 1958ء میں جو الحاق (United Arab Republic) ہوا تھا، اس میں بعثی نظریات کا بڑا اثر تھا۔

(8) مصر کے صدر ناصر کب مستعفی ہوئے؟

جواب: مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے 9 جون 1967ء کو عرب اسرائیل جنگ (چھ روزہ جنگ) میں عرب ممالک کی بدترین اور عبرتناک شکست کی تمام تر اخلاقی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کے دوران استعفیٰ کا اعلان کیا تھا۔ تاہم، عوامی احتجاج اور لاکھوں مصریوں کے سڑکوں پر نکل آنے کے بعد انہوں نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔

(9) اخوان المسلمون کو سیاسی جماعت کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت کب ملی؟

جواب: مصر میں اخوان المسلمون (Muslim Brotherhood) کو تاریخ میں عرصے تک پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔ حسن البنا کی قائم کردہ اس تحریک کو باقاعدہ قانونی اور سیاسی جماعت کے طور پر ایکشن لڑنے اور کام کرنے کی اجازت 2011ء میں صدر حسنی مبارک کے زوال (عرب بہار) کے بعد ملی، جب انہوں نے "حزب الحرية والعدالة (Freedom and Justice Party) قائم کی۔

(10) سترہویں صدی تک سلطنت عثمانیہ کتنے براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی؟

جواب: سترہویں صدی تک اپنے عروج کے دور میں سلطنت عثمانیہ تین بڑے براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی، جن میں ایشیا، مشرق وسطیٰ، اناطولیہ، یورپ (بلقان، ہنگری، یونان) اور افریقہ (مصر، لیبیا، تونس، الجزائر) شامل تھے۔

سوال نمبر 2: سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے میں مغربی اقوام کے کردار کا جائزہ لیجیے۔ سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کا ترکی پر کیا

اثر ہوا؟

مقدمہ و تاریخی پس منظر

سلطنت عثمانیہ (Ottoman Empire) قریباً چھ صدیوں تک اسلامی دنیا کی عظمت، سیاسی جلال اور جغرافیائی وحدت کی علامت رہی۔ یہ سلطنت تین براعظموں پر محیط تھی اور اس کا دار الحکومت قسطنطنیہ (استنبول) دنیائے اسلام کا مرکز تھا۔ تاہم، اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں عثمانی سلطنت داخلی کمزوریوں، سائنسی و صنعتی انقلاب سے دوری اور اقتصادی بحرانوں کا شکار ہو کر "یورپ کا مرد بیمار (Sick Man of Europe)" بن گئی۔ اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی استعماری طاقتوں نے اس عظیم اسلامی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے گہری سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کیں، جن کا نقطہ عروج پہلی جنگ عظیم (1914ء تا 1918ء) تھا۔

سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے میں مغربی اقوام کا کردار

[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](http://MrPakistani.com)



تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

1- "مشرقی مسئلہ (The Eastern Question)" اور مغربی ممالک کی پالیسی

مغربی طاقتوں (برطانیہ، فرانس، روس اور اٹریا) کی خارجہ پالیسی کا ایک بڑا حصہ "مشرقی مسئلہ" کہلاتا تھا، جس کا سبب لہاب یہ تھا کہ عثمانی سلطنت کو کس طرح کمزور کیا جائے اور اس کے علاقوں کو آپس میں کیسے تقسیم کیا جائے۔

- روس کا کردار: روس ہمیشہ سے گرم پانیوں (بحیرہ روم) تک رسائی چاہتا تھا۔ اس نے عثمانی قلمرو میں رہنے والی آر تھوڈوکس عیسائی آبادی کی سرپرستی کا ڈھونگ رچایا اور بلقان کے خطے میں قوم پرستی کی تحریکوں کو ہوا دی، جس کے نتیجے میں یونان، سربیا اور بلغاریہ عثمانی کنٹرول سے نکل گئے۔
- برطانیہ اور فرانس کی منافقانہ پالیسی: برطانوی اور فرانسیسی استعمار بظاہر عثمانی سلطنت کی بقا کی بات کرتے تھے، لیکن اندرونی طور پر وہ اس کے اہم تجارتی حصوں پر قابض ہو رہے تھے۔ فرانس نے 1830ء میں الجزائر اور 1881ء میں تونس پر قبضہ کیا، جبکہ برطانیہ نے 1882ء میں مصر پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا، جو سلطنت عثمانیہ کا سب سے بڑا مالیاتی نقصان تھا۔

2- پہلی جنگ عظیم اور سائیکس-پیکو معاہدہ (Sykes-Picot Agreement)

سلطنت عثمانیہ کی سب سے بڑی سٹریٹجک غلطی پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کا ساتھ دینا تھا۔ جنگ کے دوران ہی برطانوی سفارت کار مارک سائیکس اور فرانسیسی سفارت کار فرانسوا پیکو نے 1916ء میں ایک انتہائی خفیہ معاہدہ کیا، جسے "سائیکس-پیکو معاہدہ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت مشرق وسطیٰ کے عثمانی صوبوں کو فرانس اور برطانیہ کے درمیان تقسیم کرنے کا نقشہ تیار کیا گیا:

- فرانس کا حصہ: شام اور لبنان پر فرانسیسی کنٹرول طے پایا۔
- برطانیہ کا حصہ: عراق، اردن اور فلسطین برطانوی نوآبادیاتی تسلط میں دے دیے گئے۔

3- عرب قوم پرستی کو ہوا دینا (عرب بغاوت)

برطانیہ نے عثمانی سلطنت کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے مکہ کے شریف حسین اور ان کے بیٹوں کو عثمانی خلیفہ کے خلاف اکسایا۔ برطانوی جاسوس "لارنس آف اریبیا" نے عربوں میں عثمانی ترکوں کے خلاف شدید قوم پرستی کا زہر گھولا اور انہیں ایک آزاد عرب سلطنت کا جھونٹا خواب دکھایا۔ اس کے نتیجے میں عربوں نے پیٹھ میں چھرا گھونپا اور خلافت کے خلاف بغاوت کر دی، جس سے عثمانی فوج حجاز اور شام میں شکست کھا گئی۔

4- معاہدہ سیورے (Treaty of Sèvres) — آخری وار

پہلی جنگ عظیم میں شکست کے بعد اتحادیوں نے اگست 1920ء میں عثمانی سلطان پر "معاہدہ سیورے" مسلط کیا۔ یہ معاہدہ سلطنت عثمانیہ کے تابوت میں آخری کیل تھا، کیونکہ اس کے تحت نہ صرف غیر ترک علاقے چھین لیے گئے، بلکہ خود اناطولیہ (ترکی) کو بھی یونان، فرانس، اٹلی اور برطانیہ کے درمیان بانٹ دیا گیا اور خلیفہ کو استنبول کے ایک چھوٹے سے محل تک محدود کر دیا گیا۔

سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے ترکی پر اثرات

سلطنت عثمانیہ اور خلافت کے باقاعدہ خاتمے (1922-1924ء) نے جدید ترکی کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور جغرافیائی ڈھانچے پر انتہائی گہرے اور انقلابی اثرات مرتب کیے، جن کا جائزہ درج ذیل ہے:

1- جغرافیائی اثرات اور جدید ترک ریاست کا قیام

[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)



تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

معاهدہ سیورے کے خلاف غازی مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں ترکوں نے "جنگ آزادی (War of Independence)" لڑی۔ ترکوں نے یونانی اور مغربی افواج کو شکست دے کر بھگا دیا، جس کے نتیجے میں معاهدہ لوزان (1923ء) ہوا، جس نے جدید ترکی کی موجودہ سرحدوں کو تسلیم کیا۔ ترکی اب ایک وسیع سلطنت کے بجائے ایک مخصوص جغرافیائی قوم بن گیا۔

2۔ خلافت کا خاتمہ اور سیکولر ازم کا نفاذ

اتاترک نے 3 مارچ 1924ء کو خلافت کا ادارہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور ترکی کو ایک سیکولر جمہوریہ قرار دیا۔ اس کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ ترکی کا صدیوں پرانا اسلامی تشخص پس پشت چلا گیا:

- قوانین میں سے شریعت کا خاتمہ کر کے سوئس اور اطالوی قوانین نافذ کیے گئے۔
- مذہبی مدارس، خانقاہیں اور صوفی سلاسل بند کر دیے گئے۔

3۔ تہذیبی اور لسانی اثرات (مغربی تہذیب کا نفاذ)

ترکی کو زبردستی مغربی سانچے میں ڈھالنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے گئے:

- عربی رسم الخط کی منسوخی: ترکی زبان کے لیے عربی/فارسی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی (Roman) حروف تہجی لازم کیے گئے، جس سے نئی نسل راتوں رات اپنی صدیوں پرانی تاریخ اور اسلامی لٹریچر سے کٹ گئی۔
- لباس کی تبدیلی: روایتی عثمانی ٹوپی (فیڑ) اور عمامے پر پابندی لگادی گئی اور مغربی ہیٹ (Hat) پہننا قانونی طور پر لازم قرار دیا گیا۔ اذان پر بھی ترکی زبان میں دیے جانے کی پابندی لگائی گئی۔

سلطنت کے خاتمے کے اثرات کا تقابلی جدول (Table)

معروضی پہلو	عثمانی دور کا ترکی	اتاترک کا جدید ترکی
سیاسی نظام	مطلق العنان بادشاہت اور خلافت اسلامیہ	قوم پرست، سیکولر اور پارلیمانی جمہوریہ
قوانین کا ماخذ	اسلامی شریعت اور عثمانی دساتیر	مغربی (سوئس اور فرانسیسی) سویلین قوانین
رسم الخط	عربی و عثمانی حروف تہجی	لاطینی (Roman) حروف تہجی
خارجہ پالیسی	امت مسلمہ کی قیادت اور پان اسلامزم	یورپی اتحاد کا حصہ بننا اور صرف ترک قومیت



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں [MrPakistani](http://MrPakistani.com) ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

سوال نمبر 3: یورپی اقوام کا مشرق کو جانے والے بحری راستوں کی تلاش کا مقصد کیا تھا؟ یورپی اقوام کی مشرق میں پیش قدمی کا عالم اسلام میں کیار عمل ہوا؟

مقدمہ

پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں یورپی اقوام (پرتگیز، ہسپانوی، ڈچ، فرانسیسی اور برطانوی) نے سمندروں کی تلاطم خیز لہروں کو پار کرتے ہوئے مشرق (ہندوستان، جزائر مالا، چین) کی طرف جانے والے نئے بحری راستے دریافت کیے۔ یہ جغرافیائی دریافتیں (Geographical Discoveries) محض سائنسی تجسس کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ ان کے پیچھے گہرے معاشی، سیاسی اور مذہبی مقاصد کار فرما تھے، جنہوں نے آگے چل کر پوری دنیا بالخصوص عالم اسلام کے سیاسی منظر نامے کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

یورپی اقوام کا مشرق کے بحری راستے تلاش کرنے کے مقاصد

1- معاشی مقصد: تجارتی اجارہ داری اور مسالوں کی تجارت

اس دور میں یورپ میں گوشت کو محفوظ رکھنے اور ذائقہ دار بنانے کے لیے مشرق کے مسالوں (سیاہ مرچ، لوگ، دار چینی وغیرہ) کی شدید طلب تھی۔ مشرق سے یہ مال خشکی کے راستے (شاہراہ ریشم) کے ذریعے یورپ پہنچتا تھا، جس پر مسلم تاجروں بالخصوص عثمانی سلطنت اور مملوک حکمرانوں کا کنٹرول تھا، جو بھاری ٹیکس وصول کرتے تھے۔ یورپی ممالک (پرتگال اور اسپین) چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو بائی پاس (Bypass) کر کے براہ راست سمندر کے راستے مشرق تک پہنچیں تاکہ مسلم تاجروں کا منافع ختم کیا جاسکے اور وہ خود امیر ترین بن جائیں۔

2- سیاسی مقصد: قسطنطنیہ کا سقوط (1453ء)

جب 1453ء میں عثمانی سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا، تو یورپ کے لیے مشرق کی طرف جانے والے تمام پرانے زمینی راستے عثمانی قلمرو کے ماتحت آگئے۔ عثمانیوں نے عیسائی تاجروں پر سخت پابندیاں عائد کر دیں۔ اس معاشی ناکہ بندی نے یورپیوں کو مجبور کیا کہ وہ بحر اوقیانوس اور افریقہ کے گرد گھوم کر (کیپ آف گڈ ہوپ کے راستے) نیا بحری راستہ تلاش کریں، جس میں بالآخر واسکو ڈے گاما 1498ء میں ہندوستان پہنچ کر کامیاب ہوا۔

3- مذہبی مقصد: عیسائیت کی تبلیغ اور صلیبی جہد

یورپی مہم جوئی کے پیچھے "خدا، سونا اور عظمت (God, Gold, and Glory)" کا نعرہ تھا۔ اسپین اور پرتگال میں مسلمانوں کے خلاف طویل جنگوں (Reconquista) کے بعد عیسائیوں میں شدید مذہبی جوش پایا جاتا تھا۔ وہ مشرق کے غیر مسلموں اور کافروں کو عیسائی بنانا چاہتے تھے اور مسلمانوں کی بحری اور تجارتی طاقت کو توڑ کر صلیبی جنگوں کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

یورپی پیش قدمی پر عالم اسلام کا رد عمل

جب یورپی اقوام بحری راستوں سے ہندو ایشیا اور مشرق بعید میں داخل ہوئیں، تو انہوں نے تجارت کی آڑ میں ہندو اور توپ کی طاقت کا استعمال شروع کیا اور مسلم ریاستوں پر حملے کیے۔ اس پر دنیائے اسلام میں شدید اور مختلف نوعیت کا رد عمل دیکھنے کو ملا:

1- فوجی اور بحری رد عمل (عثمانی اور مملوک مقاومت)



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](https://www.pakistani.com)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

- پرتگیزیوں کے خلاف جنگیں: پرتگالی بحریہ نے بحر ہند میں داخل ہو کر مسلم جہازوں کو لوٹنا اور زائرین حج کے راستے بند کرنا شروع کیے۔ اس پر مصر کے مملوک سلاطین اور گجرات کے مسلم حکمرانوں نے مل کر پرتگالیوں کا مقابلہ کیا۔
- عثمانی بحریہ کی مداخلت: سلطنت عثمانیہ نے بحر ہند کے مسلمانوں کی پکار پر امیر البحر سیدی علی رئیس اور پھر رئیس کی قیادت میں طاقتور بحری بیڑے بھیجے، جنہوں نے عدن، مسقط اور خلیج فارس میں پرتگالیوں کے دانت کھٹے کیے۔ تاہم، عثمانیوں کے جہاز بڑے اور کھلے سمندروں کے لیے نازوں تھے، جبکہ یورپیوں کے پاس جدید اور ہلکے جہاز اور توپیں تھیں، جس کی وجہ سے مسلمان سمندر پر اپنی مکمل اجارہ داری برقرار نہ رکھ سکے۔

2۔ مقامی مسلم ریاستوں کا رد عمل اور اندرونی غداریوں کا المیہ

جنوبی ایشیا (ہندوستان) اور جزائر ملا (انڈونیشیا، ملائیشیا) میں یورپی پیش قدمی کا رد عمل شروع میں بہت کمزور رہا، کیونکہ مسلم حکمران آپس کی خانہ جنگی کا شکار تھے۔

- برصغیر پاک و ہند کا المیہ: جب برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بنگال پر نظریں جمائیں، تو نواب سراج الدولہ نے جنگ پلاسی (1757ء) میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن میر جعفر جیسے غداریوں کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اسی طرح سلطنت خداداد میسور کے غیر متند حکمران سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی شاندار تاریخ رقم کی اور فرمایا: "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ انہوں نے عثمانی خلیفہ اور فرانس سے مدد مانگی، لیکن نواب کرناٹک اور نظام حیدرآباد نے انگریزوں کا ساتھ دیا، جس سے مسلم مزاحمت دم توڑ گئی۔
- انڈونیشیا اور ملائیشیا میں مقاومت: ڈچ (ہالینڈ) کے خلاف سائبر اور جاوا کے مسلم سلاطین نے طویل گوریلا جنگیں لڑیں، لیکن یورپیوں نے "تقسیم کرو اور حکومت کرو (Divide and Rule)" کی پالیسی سے ان تحریکوں کو کچل دیا۔

3۔ فکری اور بیداری کی تحریکیں (احیاء پسندانہ رد عمل)

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ سیاسی اور فوجی طور پر محکوم ہو چکے ہیں، تو ان کے اندر مذہبی اور فکری بیداری کی تحریکیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے مانا کہ ہماری شکست کا سبب اسلام سے دوری اور سائنسی جمود ہے۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ کی تحریک، عرب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک، اور افریقہ میں سنوسی تحریک اسی استعماری پیش قدمی کے خلاف ایک فکری رد عمل تھیں، جنہوں نے مسلمانوں کو دوبارہ جہاد اور مصلحانہ اقدامات کی طرف راغب کیا۔

سوال نمبر 4: ترکی اور پاکستان کے مابین کون سا معاہدہ بغداد کا پیش خیمہ بنا نیز اس معاہدے سے دونوں ملکوں کے تعلقات پر

کیا اثر پڑا؟

پس منظر

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا دو بڑے بلاکس میں تقسیم ہو گئی: ایک طرف سرمائے دارانہ نظام کا سرغنہ امریکہ تھا اور دوسری طرف اشتراکیت (Communism) کا علمبردار سوویت یونین (روس) تھا۔ روس مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے گرم پانیوں کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا تھا۔ اس اشتراکی خطرے کو روکنے کے لیے امریکہ اور برطانیہ نے مسلم ممالک پر مشتمل ایک دفاعی حصار قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان اور ترکی دونوں کا جھکاؤ مغربی بلاک کی طرف تھا، جس کی وجہ سے ان کے مابین گہرے دفاعی تعلقات کی بنیاد پڑی۔

معاہدہ بغداد کا پیش خیمہ: پاک-ترک دفاعی معاہدہ (1954ء)



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

ترکی اور پاکستان کے مابین 2 اپریل 1954ء کو کراچی میں دستخط ہونے والا "پاک-ترک دوستانہ اور دفاعی تعاون معاہدہ (Pakistan-Turkey Agreement for Friendly Cooperation) ہی دراصل بعد میں قائم ہونے والے "معاہدہ بغداد" کا اصل پیش خیمہ بنا۔

اس معاہدے کے بنیادی نکات:

- دونوں ممالک سیکورٹی اور دفاعی شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔
- کسی بھی بیرونی جارحیت (بالخصوص اشتراکی روس) کی صورت میں مشترکہ حکمت عملی اپنائی جائے گی۔
- فوجی معلومات اور اسلحے کی پیداوار میں تکنیکی تعاون کا تبادلہ کیا جائے گا۔

اس معاہدے کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے فروری 1955ء میں عراق اور ترکی نے ایک اور دفاعی معاہدے پر دستخط کیے، جس میں ستمبر 1955ء میں پاکستان، برطانیہ اور ایران بھی شامل ہو گئے اور یہ پورا اتحاد "معاہدہ بغداد (Baghdad Pact)" کہلایا۔ بعد میں 1958ء میں عراق میں انقلاب کے بعد جب عراق اس سے نکل گیا، تو اس کا نام بدل کر سینٹو CENTO - یعنی سنٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن رکھ دیا گیا۔

اس معاہدے کے پاک-ترک تعلقات پر اثرات

اس دفاعی پیش رفت نے پاکستان اور ترکی کے برادرانہ تعلقات کو ایک نئی بلندی اور سٹریٹجک گہرائی عطا کی، جس کے دور رس اثرات درج ذیل ہیں:

1- سٹریٹجک اور فوجی تعاون میں بے پناہ اضافہ

دونوں ممالک کی افواج کے مابین مشترکہ جنگی مشقوں کا آغاز ہوا۔ پاکستان اور ترکی کے فوجی افسران ایک دوسرے کے تربیتی اداروں (جیسے سٹاف کالج) میں جانے لگے۔ پاکستان کو نیٹو (NATO) کے اہم رکن ترکی کے ذریعے مغربی دفاعی ٹیکنالوجی اور معلومات تک رسائی ملی، جس سے ہماری دفاعی صلاحیتیں مضبوط ہوئیں۔

2- علاقائی تعاون برائے ترقی (RCD) کا قیام

دفاعی تعلقات کے مثبت اثرات معاشی میدان میں بھی ظاہر ہوئے۔ جولائی 1964ء میں پاکستان، ترکی اور ایران نے مل کر RCD (Regional Cooperation for Development) کی بنیاد رکھی، جو آج ای سی او ECO - کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس کا مقصد تینوں مسلم ممالک کے مابین تجارت، سڑکوں کی تعمیر، ڈاک و تار اور ثقافتی تعلقات کو فروغ دینا تھا۔

3- مسئلہ کشمیر اور قبرص پر غیر مشروط باہمی حمایت

اس معاہدے کے بعد دونوں ممالک کے سیاسی تعلقات اتنے مضبوط ہوئے کہ انہوں نے عالمی فورمز پر ایک دوسرے کے قومی مفادات کا کھل کر ساتھ دیا:

- ترکی کا کردار: ترکی نے اقوام متحدہ سمیت ہر فورم پر کشمیر کے معاملے پر پاکستان کے موقف کی کھل کر حمایت کی اور حق خود ارادیت پر زور دیا۔
- پاکستان کا کردار: پاکستان نے بحیرہ روم میں واقع جزیرہ قبرص (Cyprus) کے معاملے پر ترک مسلمانوں کے موقف کی غیر مشروط تائید کی، جس پر ترک قوم آج بھی پاکستان کی شکر گزار ہے۔

1965-4 اور 1971ء کی جنگوں میں ترکی کی تاریخی امداد



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

جب 1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا، تو ترکی نے نہ صرف اخلاقی حمایت کی بلکہ پاکستان کو بلیک مارکیٹ سے بچا کر ضروری فوجی ساز و سامان، پٹرول اور گولہ بارود فراہم کیا، جو ہماری فتح میں بہت مددگار ثابت ہوا۔

سوال نمبر 5: لیبیا اور پاکستان کے تعلقات کا مفصل جائزہ پیش کریں۔

مقدمہ

لیبیا اور پاکستان کے تعلقات اسلامی اخوت، مخلصانہ دوستی اور گہرے معاشی و دفاعی تعاون پر مبنی رہے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی تاریخ شاہ اور بس السنوسی کے دور سے شروع ہوتی ہے، لیکن ان تعلقات کو اصل عروج اور فکری گہرائی صدر کرنل معمر قذافی (1969ء تا 2011ء) کے دور حکومت میں ملی، جب دونوں ممالک مسلم امہ کے اتحاد کے ایک عظیم مرکز کے طور پر ابھرے۔

پاک۔لیبیا تعلقات کا تفصیلی اور مرحلہ وار جائزہ

1۔ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس (لاہور، 1974ء)۔ تعلقات کا نقطہ عروج

پاکستان اور لیبیا کے تعلقات کی تاریخ میں 1974ء کا سال سب سے اہم ہے۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے جب لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کی، تو کرنل معمر قذافی نے اس میں تاریخی کردار ادا کیا۔ قذافی نے لاہور کے قذافی اسٹیڈیم (جو پہلے لاہور اسٹیڈیم تھا اور بعد میں انہی کے نام پر رکھا گیا) میں ایک بہت بڑے عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "پاکستان امت مسلمہ کا قلعہ ہے اور لیبیا کے وسائل پاکستان کے لیے حاضر ہیں۔"

2۔ پاکستان کے جوہری پروگرام (Nuclear Program) کی مالی معاونت

جب پاکستان نے 1974ء میں بھارت کے ایٹمی دھماکے کے بعد اپنا اسلامی ایٹم بم بنانے کا فیصلہ کیا، تو اس وقت پاکستان شدید معاشی بحران کا شکار تھا اور مغرب نے پاکستان پر سخت پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ ایسے نازک وقت میں کرنل معمر قذافی نے پاکستان کی خفیہ اور کھلی مالی مدد کی اور کروڑوں ڈالرز نقد فراہم کیے تاکہ پاکستان اپنا نیوکلیئر پروگرام بلا قطل جاری رکھ سکے۔ یہ پاکستان کے دفاع پر لیبیا کا ایک ایسا احسان ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

3۔ معاشی تعاون اور پاکستانی افرادی قوت (Labor Force) کی کھپت

1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں لیبیا نے اپنی تیل کی دولت کے ذریعے وسیع پیمانے پر ترقیاتی منصوبے شروع کیے۔ لیبیا نے مغربی ممالک کے بجائے پاکستان کے انجینئرز، ڈاکٹرز، اساتذہ اور ہنرمند مزدوروں کو اپنے ہاں ملازمتیں دیں۔ لاکھوں پاکستانی لیبیا گئے اور وہاں سے اربوں ڈالرز کا زر مبادلہ (Remittances) پاکستان بھیجا، جس سے پاکستان کی معیشت کو بہت بڑا سہارا ملا۔ دونوں ممالک نے مل کر "پاک۔لیبیا ہولڈنگ کمپنی" قائم کی، جو آج بھی دونوں ممالک میں سرمایہ کاری کا ایک فعال ادارہ ہے۔

4۔ فوجی اور دفاعی تعاون

پاکستان اور لیبیا کے مابین گہرے فوجی مراسم رہے ہیں۔ پاکستان ایئر فورس (PAF) کے ماہرین اور انسٹرکٹرز نے طویل عرصے تک لیبیا کی فضائیہ کے پائلٹوں کو تربیت دی۔ لیبیا کی فوج کے متعدد دستوں نے پاکستان کی کمانڈو اکیڈمیوں سے کورسز کیے۔ پاکستان نے ہمیشہ لیبیا کی علاقائی سالمیت کا دفاع کیا اور جب امریکہ نے لیبیا پر پابندیاں لگائیں، تو پاکستان نے اس کی مخالفت کی۔



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

